حالاتِ حاضرہ

ایک سیاسی جائزہ

صدر آئزن ہاور کی پیشکش

از

(اسرار احمد صاحب آزاد)

گذشتہ ماہ میں "امریکن سوسائٹی آف نیوز پیپر ایڈیٹرز" کے سالانہ اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر آئزن ہاور نے بقاءِ امن عالم، اقوام عالم کے مابین تعاون اور اشتراک عمل، نیز بین الاقوامی خوشحالی اور ترقی کے لئے ایک اہم منصوبہ پیش کیا ہے۔ اس منصوبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ——— سوویٹ یونین کوریا میں باعزت مصالحت اور متحدہ کوریا میں عام انتخابات کرانے ہند چینی اور ملایا میں کمیونسٹوں کی سرگرمیوں کو ختم کرانے۔ آسٹریلیا کی آزادی کو تسلیم کرنے اور وہاں سے غیر ملکی افواج کے ہٹائے جانے، جرمنی کو متحد کر کے پوشیدہ طریقہ رائے دہندگی کے ماتحت عام انتخابات کراتے تمام اقوام کے لئے جن میں مشرقی یورپ کی قومیں بھی شامل ہیں ان کی مرضی کے مطابق حکومتیں قائم کرنے کے حق کو تسلیم کرنے اور ادارہ اقوام متحدہ کی نگرانی میں تحدید اسلحہ و افواج پر رضامند ہو جائے تو ریاست ہائے متحدہ امریکہ اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہے اور اس طرح مصارف میں تخفیف کی بدولت جو بچت ہوگی اسے ایک بین الاقوامی سرمایہ کی شکل میں اقوام عالم کی اقتصادی، تعلیمی، معاشرتی اور تجارتی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کیا جائے گا

صدر آئزن ہاور نے مذکورہ بالا منصوبہ ایک تقریر میں پیش کیا ہے اس لئے فی الحال اسے سرکاری حیثیت نہیں بلکہ نیم سرکاری حیثیت حاصل ہے اور اسی لئے اس پر سوویٹ یونین کی حکومت نے نہیں بلکہ سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے ترجمان اخبار "پراودا" اور حکومت کے ترجمان

اخبار "ازوستیا" نے اظہار خیال بھی کیا ہے اور ان دونوں اخباروں کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ــــ سوویٹ یونین موجودہ بین الاقوامی تنازعات کو حل اور عالم گیر امن قائم کرنے کے سلسلہ میں اپنے مقدور بھر کوشش کرنے کے لئے تیار ہے اس کے رہنماؤں پر اس معاملہ میں شک وشبہ وارد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ــــ اس کے ساتھ ہی ان اخباروں نے صدر آئزن ہاور کی پیش کردہ ان مطالبات کو بے محل قرار دیا ہے جو انہوں نے موجودہ حالات میں سوویٹ یونین سے کئے ہیں اور اس بات پر نکتہ چینی کی ہے کہ صدر آئزن ہاور نے اپنی تقریر اور تجویز میں چین کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے حکمران طبقوں اور تمام دنیا میں ان کے ہمنواؤں پر "پراودا" اور "ازوستیا" کے خیالات کا ردعمل کیا ہوگا یہاں اس پر اظہار خیال کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن بقاء امن اور بین الاقوامی تعلقات کو مستحکم اور خوش گوار بنانے کا معاملہ امریکہ اور روس ہی کا معاملہ نہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک کا معاملہ ہے اس لئے ہمیں ایک آزاد اور امن پسند ملک کے شہری کی حیثیت سے اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ کیا صدر آئزن ہاور کی تجویز اپنی جگہ مکمل ہے اور اگر اس کی موجودہ شکل میں اس کی حمایت کی جائے تو کیا اس کی بدولت عالم گیر امن قائم ہو سکتا ہے؟

اس سلسلہ میں ہمیں صرف مشرق بعید ہی کے مسائل پر غور کر لینا چاہئے۔ اس خطۂ ارض میں اس وقت انڈو چائنا، ملایا اور کوریا کے باشندے اپنے اپنے وطن کی ازادی کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کر رہے ہیں لیکن صدر آئزن ہاور نے سوویٹ یونین سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ان ممالک میں کمیونسٹوں کی سرگرمی کو بند کرا دے۔ اس مطالبہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ سوویٹ یونین اس بات کی ذمہ داری قبول کرے کہ ان ممالک کے باشندے قومی آزادی کی جدوجہد سے دست کش ہو جائیں گے اور برطانیہ، فرانس اور امریکہ کی اجارہ دارانہ بالادستی پر مطمئن رہیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا سوویٹ یونین کے مغربی سرمایہ داروں سے مصالحت کرنے کے لئے کسی قوم کو فروخت کر دینے کا حق حاصل ہے؟ اور اگر وہ مورخ کی ملعون مثال کی تجدید پر آمادہ بھی ہو جائے تو کیا ملایا، ہند چینی اور کوریا کے باشندے نیز دنیا کے کروڑوں حریت پسند باشندے اس کی اس حرکت کو گوارہ کر سکیں گے؟ صدر آئزن ہاور کا یہ مطالبہ بے معنی مطالبہ ہے اس سے

برعکس انہیں مغربی نوآبادیات خواہ جمہوریت پسندوں سے مطالبہ کرنا چاہئیے کہ وہ بقاء امن عالم اور عالمگیر خوشحالی اور ترقی کی تمام مناسب تحریکات اور تجاویز کے سلسلہ میں اپنی جمہوریت پسندی اور امن خواہی کے عملی ثبوت کے طور پر ایشیاء اور افریقہ کے تمام محکوم اور مظلوم ممالک کی آزادی اور خودمختاری کو تسلیم کرلیں اور اسی طرح محض مشرقی یورپ ہی کے چند ملکوں کو نہیں بلکہ ایشیا اور افریقہ کے تمام محکوم ملکوں کو بھی اس بات کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنے لئے جس قسم کی حکومت چاہیں قائم کریں۔

یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں کہ ملایا، ہندچینی اور کوریا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ صرف کمیونسٹوں کی ہنگامہ خیزی ہے یا قومی آزادی کی جدوجہد۔ یہ ایک جداگانہ موضوع بحث ہے لیکن گذشتہ ماہ کے آخری عشرہ میں امریکہ سے واپس آتے ہوئے کمبوڈیا کے نوجوان بادشاہ نے ایک بیان میں کہا تھا کہ —— اگر میرے ملک کے باشندوں کو سیاسی آزادی نہ دی گئی تو وہ کمیونسٹوں کے ساتھ مل جائیں گے —— اور اس بیان کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان ممالک باشندوں کی جدوجہد شورش پسندی کے جذبہ کے ماتحت بلکہ قومی آزادی کی ضرورت کے احساس پر مبنی ہے۔ پھر دنیا کا ہر ہوش مند اس بات سے واقف ہے کہ چین کی شمولیت کے بغیر مشرق بعید کا کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہوسکتا اور فارموسا کو ارض چین سمجھ لینا ایک مضحکہ خیز تصور سے زیادہ نہیں اور صدر آئزن ہاور کی تجویز میں چین کے تذکرہ کی عدم موجودگی نے پوری تجویز کو بے اثر بنا دیا ہے۔

مختصر یہ کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے جو بین الاقوامی مسائل الجھتے جا رہے ہیں مغربی جمہوریت پسندوں کی طرف سے پہلی بار سلجھانے پر آمادگی کا اظہار کیا گیا ہے اور صدر آئزن ہاور نے اس سلسلہ میں جو تجویز پیش کی ہے، اگرچہ اسے مکمل نہیں کہا جاسکتا، لیکن دنیا کے امن پسند عوام کو اس کی اصلاح پر ضرور زور دینا چاہئیے اور یہ توقع رکھنی چاہئیے کہ اگر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے موجودہ حکمران حقیقی معنی میں بقاء امن اور بین الاقوامی ترقی کے خواہاں ہیں تو وہ اس تجویز کی خامیوں کو دور کرنے سے گریز نہ کریں گے۔

ویت نام کا مستقبل

ویت نام جسے ہند چینی بھی کہتے ہیں مشرق بعید کا ایک چھوٹا سا ملک ہے اس ملک پر فرانس نے اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں قبضہ کیا تھا اور کم و بیش سوا سو سال تک اس ملک کے باشندے فرانسیسی ملوکیت پسندی کا شکار بنے رہے لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے زمانہ میں ۱۹۴۲ء میں ویت نام پر جاپان کا تسلط قائم ہوگیا اگر ویت نام کے قوم پروروں نے ۱۹۴۵ء میں جاپانیوں کو شکست دے کر جمہوریہ ویت نام قائم کرلی۔

یہاں یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اٹلانٹک چارٹر میں دنیا کی تمام قوموں کے لئے ان کی مرضی کے مطابق حکومت کے قیام کے حق کو تسلیم کرلیا گیا تھا۔ اس کے باوجود فرانس نے ویٹ نام پر ازسرنو اپنا تسلط قائم کرنے کی کوششیں شروع کردیں اور مغربی طاقتوں کی امداد اور حمایت نیز اپنے مقامی حامیوں کی بدولت اس ملک پر اپنی حکومت بحال کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن قوم پرور رہنما ڈاکٹر ہوچی منہ اور ان کے رفقا برابر قومی آزادی کے حصول کی جدوجہد میں مصروف رہے اور اس چھوٹے سے ملک میں گذشتہ سات سال سے قوم پروروں اور فرانس اور اس کے حامیوں کے درمیان خونریز جنگ کا سلسلہ جاری ہے۔

ویت نام کے قوم پرور آہستہ آہستہ فرانس کو پسپا کر رہے ہیں اور گذشتہ ماہ میں انہوں نے ریاست لاؤس پر جو حملہ کیا تھا اس کی کامیابی نے مغربی نوآبادیات خواہوں کو شدید کشمکش میں مبتلا کردیا ہے۔ چنانچہ روزنامہ انگریزی "ہندوستان ٹائمز" کے خصوصی وقائع نگار نے ۲۷/ اپریل کو لندن سے طویل اطلاع بھیجی ہے اس میں مذکور ہے کہ —— امریکہ برطانیہ اور فرانس کی حکومتیں ہند چینی کے معاملہ کو مجلس تحفظ کے روبرو پیش کرنے کے مسئلہ پر غور کر رہی ہیں اور کوریا کی طرح ہند چینی میں بھی مسلح فوج بھیجنے کا معاملہ بھی زیر غور ہے۔

جنگ کے سلسلہ میں ایک بات ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے اور وہ بات یہ ہے کہ عہد حاضر کے علم الحرب میں کسی ملک کے عام باشندوں کو ایک مخصوص حیثیت حاصل ہے اور اگر کسی ملک کے باشندے غلامی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو حملہ آور انہیں اپنی قوت و طاقت کے بھروسہ پر مجبور تو کرسکتا ہے لیکن

انہیں غلامی پر رضامند نہیں کر سکتا اور آج کوریا اور ویت نام میں مغربی مستعمرین کو جو ناکامیاں اور قوم پروروں کو جو کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں وہ حصولِ حریت کے مقصد پر عوام کے اتحاد اور غلامی سے نفرت ہی کے جذبہ پر نہیں ہیں، اس لئے اگر ہند چینی کے معاملہ کو مجلس تحفظ میں پیش کیا گیا اور ادارہ اقوام متحدہ کے نام پر ہند چینی میں فرانسیسی ملوکیت پسندوں کی امداد کے لئے افواج بھیجدی گئیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ مغربی طاقتیں مشرق کی کسی قوم کو بھی آزاد دیکھنا نہیں چاہتیں اور انہوں نے ادارہ اقوام متحدہ کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔

اسی سلسلہ میں اس امر کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ برما میں فارموسائی فوجوں کی موجودگی ثابت ہو چکی ہے اور اس بات کا ثبوت بھی مل چکا ہے کہ گذشتہ چند سال میں اس فوج کے سپاہیوں کی تعداد تین ہزار سے بارہ ہزار تک پہنچ گئی ہے اور انہیں نہایت باقاعدگی کے ساتھ جدید ترین اسلحہ کے علاوہ رسد اور کمک بھی بھیجی جاتی رہی ہے لیکن اس معاملہ میں ادارہ اقوام متحدہ نے نہ تو فارموسا کی حکومت کو "جارح یا حملہ آور" قرار دیا ہے اور نہ برما کو اس فوج سے پاک کرنے کے لئے وہاں اپنی فوج بھیجنے ہی کے مسئلہ پر غور کیا ہے۔ اور اس مثال سے ایک بار پھر یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس ادارہ کو مشرقی قوموں کی آزادی کی تحریکات کو کچلنے ہی کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے غاصبوں کو تہدید و تنبیہ کرنے کے لئے نہیں۔

پاکستان کے تغیرات

گذشتہ چند ماہ سے پاکستان میں کچھ ایسے واقعات پیش آتے رہے ہیں جو ہمارے اس ہمسایہ ملک کے متعدد پیچیدہ مسائل کی غمازی کر رہے ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہند اور پاکستان دو جدا، آزاد اور خود مختار ملک ہیں، اس کے باوجود ان دونوں ملکوں میں سے کسی ایک ملک میں اچھے یا برے حالات دوسرے ملک کے حالات پر ضرور اثر انداز ہوتے ہیں اور گذشتہ دو تین ماہ سے پاکستان میں جو کچھ ہوتا رہا ہے ہمیں اسے سمجھنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہئے۔

پاکستان میں رونما ہونے والے تغیرات کا آغاز "مخالف قادیانیت" تحریک سے ہوا تھا اور بظاہر خاتمہ مسٹر ناظم الدین کی کابینہ کی برطرفی پر ہوا لیکن آغاز و انجام کے مابین پیش آنے والے واقعات کا مطالعہ اس حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ اس مختصر سی مدت میں پاکستان حریفانِ اقتدار پسندی کا میدان بنا رہا ہے اور اقتدار پسندی کی اس کشمکش نے پاکستان کی اقتصادیات اور معاشیات کو بڑی حد تک خراب کر دیا ہے۔

ہند اور پاکستان کے تعلقات کی نزاکت اور مستقبل میں ان کے مستحکم اور خوشگوار ہو جانے کی توقع مجھے ان تعلقات کے اسباب و علل اور اس منظر کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی لیکن اتنا ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ آج کسی ملک کے داخلی تغیرات خارجی اثرات سے پاک نہیں رہ سکتے اور آج پورے مشرقِ وسطیٰ میں دو سرمایہ دار گروہوں کے مابین جو کشمکش جاری ہے پاکستان کے مذکورہ بالا حالات اور تغیرات بھی اس کشمکش کے اثر سے خالی نہیں اور معاملات کا یہی وہ پہلو ہے جسے ہم ہندوستانیوں کو خصوصیت کے ساتھ مدنظر رکھنا چاہئے۔

بہرحال یہ امر مسرت اور اطمینان کا باعث ہے کہ پاکستان کے نئے وزیر اعظم پنڈت نہرو سے ملاقات کرنے کے خواہش مند ہیں اور انہیں اس بات کا یقین ہے کہ یہ ملاقات دونوں ملکوں کے مابین پیدا شدہ بیشتر اختلافات کو دور کرنے کی موجب ثابت ہو سکے گی۔

ہند اور پاکستان کے مابین جو امور فیصلہ طلب ہیں انہیں دو اقسام میں منقسم کیا جا سکتا ہے مثلاً کشمیر کا تنازعہ اور مشترکہ دفاع کا معاملہ وغیرہ ایسے مسائل ہیں جن سے براہ راست عوام کا تعلق نہیں لیکن بین مملکتی تجارت اور سفر و قیام ایسے مسئلے عوامی مسئلے ہیں اور جب تک دونوں ملکوں کے عوام ایسے معاملات میں اپنی اپنی جگہ اور ایک دوسرے سے مطمئن نہ ہوں گے دونوں ملکوں کی حکومتوں کا ایک دوسرے کے متعلق قوی ترین جذبہ خیر سگالی بھی کچھ زیادہ خوشگوار نتائج پیدا نہیں کر سکتا۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین غیر سرکاری تجارت تقریباً معطل ہے اور اگرچہ پاسپورٹ سسٹم کے نفاذ نے ہند اور پاکستان کے مابین سفر کی بعض دشواریوں کو کم ضرور

کردیا ہے لیکن امرت سر اور فیروز پور کی راہوں کی بندش نے دونوں ملکوں کے غریب باشندوں کے لئے آمد و رفت کو عملاً مسدود کر رکھا ہے اور اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب تک اس قسم کے عوامی مسائل کو حل نہیں کیا جائے گا دونوں ملکوں کے تعلقات حقیقی معنوں میں خوش گوار نہیں بن سکتے۔

قرآن اور تعمیر سیرت

از ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم، اے پی ایچ ڈی، صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ۔

قرآنی تعلیمات کا انسانی سیرت کی تعمیر میں کیا دخل ہے اور ان تعلیمات کے ذریعہ سے اس کردار و سیرت کا کس طرح ظہور ہوتا ہے؟ یہ گراں قدر تالیف خاص اس موضوع پر تیار کی گئی ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب کہ مسلمان عام طور پر احساسِ کمتری اور بے یقینی کی اندھیریوں میں پھنسے ہوئے ہیں یہ گراں مایہ تالیف ان کے روحانی رشتہ کو استوار کرنے میں "چراغ راہ" کا کام دے گی۔

سچ تو یہ ہے کہ گرامی قدر مولف نے اس کتاب میں تعلیمات قرآنی کا عطر کشید کر کے رکھدیا ہے اور پھر اس میں فلسفۂ تصوف اور ادب کو بڑی قابلیت سے سمویا ہے۔

"قرآن اور تعمیر سیرت" اپنے انداز کی لاثانی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ فہرست مضامین کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) عبادت و استعانت (۲) توحید الوہیت (۳) صالحیت (۴) نیکی علم ہے (۵) تعلیم کا مقصد (۶) انسان کامل (۷) تصحیح فکر (۸) قرآن اور سیرت سازی (۹) قوت ایمانی اور ظہور غیب (۱۰) ماحول پر کس طرح قابو حاصل کیا جائے (۱۱) کامیاب زندگی کا قرآنی تصور (۱۲) قرآن اور علاج خوف (۱۳) قرآن اور علاج حزن (۱۴) قرآن اور علاج غضب (۱۵) زندگی میں غم کیوں ہے۔

کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ، دیکھنے کے لائق، بڑی تقطیع صفحات ۲۰۳ قیمت غیر مجلد پانچ روپے، مجلد چھ روپے۔